مولانا فضل الرحمٰن پر حملہ......ایک لمحہ فکریہ

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

وطن عزیز پاکستان میں علماءِ اہل حق اور دینی مدارس کے اساتذہ وطلبہ کے قتل کی جو افسوسناک روش چل نکلی ہے اس پر جس قدر افسوس اور تشویش کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ اگر ہم گزشتہ چند برسوں پر نگاہ ڈالیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ کراچی سے لے کر بلوچستان تک اور راولپنڈی اسلام آباد سے لے کر خیبر پختونخواہ تک بے شمار علمائے کرام کی نعشیں اور مدارس دینیہ کے طلبہ کا بہتا لہو نظر آئے گا۔ ان تمام علماء کرام اور دینی مدارس کے اساتذہ میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ ان میں سے جو زیادہ باصلاحیت، سمجھدار اور ذی شعور ہوتا ہے، جس کا عوامی رابطہ جتنا زیادہ مستحکم ہوتا ہے، جو امن وسکون کا زیادہ داعی ہوتا ہے اور جو حب الوطنی کا جتنا زیادہ اظہار اور پرچار کرتا ہے وہ کسی اندھی گولی کی نذر ہو جاتا ہے اور پھر نہ اس پر کوئی تحقیق ہوتی ہے، نہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی طرف سے سنجیدگی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، نہ کبھی قاتلوں تک رسائی حاصل کی جاتی ہے، نہ ذمہ داروں کو کیفر کردار تک پہنچایا جاتا ہے اور نہ ہی ان علماء کے قتل کے پس پردہ سازشوں کو بے نقاب کروایا جاتا ہے اور پھر کچھ عرصے کی خاموشی کے بعد ایک اور نعش، لہو کی ایک اور نہر اور ایک اور حادثہ ہمارے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔

آپ مولانا فضل الرحمٰن پر ہونے والے حملوں کی مثال لے لیجئے۔ ان حملوں کو مذہبی انتہا پسندوں کے ساتھ ہر قیمت پر نتھی کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، بغیر کسی تحقیق کے حملے کی جو نوعیت بیان کی جاتی ہے اس کے بعد اسے ہی دہرایا جاتا ہے۔ نہ اس بات پر غور کیا جاتا ہے کہ یہ خودکش حملہ تھا؟ بم دھماکہ تھا یا قاتلانہ حملہ؟ نہ اس حملے کے طریقہ واردات کا جائزہ لیا جاتا ہے اور نہ ہی یہ سوچا جاتا ہے کہ آخر وہ کون سی قوتیں ہیں جو مولانا فضل الرحمٰن کی جان کے درپے ہوسکتی ہیں؟ بالکل بجا کہ مولانا فضل الرحمٰن پُرامن جدوجہد پر یقین رکھتے ہیں، لاریب کہ آئین اور قانون کی بات کرتے ہیں، بلاشبہ

وہ شدت پسند نوجوانوں کو صبر وتحمل کی تلقین کرتے ہیں اور مدتوں سے کرتے چلے آرہے ہیں، انہوں نے مسلسل نسل نو کو یہ باور کروانے کی سعی کی کہ وہ حکمتِ عملی جس کے نتیجے میں منزل نظروں سے اوجھل ہو جائے وہ قطعاً دانش مندی کا تقاضہ نہیں بلکہ درست حکمت عملی یہ ہے کہ اس راستے کا انتخاب کیا جائے جس سے منزل قریب سے قریب تر ہوتی چلی جائے۔ مولانا کے اس فکر وفلسفے سے کسی کو لاکھ اختلاف سہی لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ لوگ مولانا کی جان کے درپے ہو جائیں گے۔ یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جہاں بعض لوگ مولانا سے اختلاف رکھتے ہیں وہیں وزیرستان سے لے کر بلوچستان تک ایسے لوگوں کی بھی بڑی تعداد موجود ہے جو مولانا سے عقیدت ومحبت کا دَم بھرتے ہیں اس لیے اس واقعے کو محض ایک زاویے سے دیکھنے کے بجائے ہر جہت سے دیکھنے اور پرکھنے کی ضرورت ہے اور اس کی روشنی میں مستقبل کی ترجیحات اور اہداف کے تعیین کی حاجت ہے۔

ہمیں سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ آخر وہ کون سی قوتیں ہیں جو اپنے مقاصد اور اہداف کے راستے میں مولانا کو رکاوٹ سمجھتی ہیں۔ اگر ہم اقتدار کے ایوانوں اور سیاست کی بھول بھلیوں میں لحہ بہ لحہ بدلتی صورتحال اور اس میں مولانا فضل الرحمٰن کے کردار کا جائزہ لیں تو ہمارے سامنے کچھ اور صورتحال آتی ہے، اگر ہم افغانستان سے بوریہ بستر گول کر کے واپس پلٹنے والی طاغوتی طاقتوں کے اس خطے میں مستقبل کی منصوبہ بندی کا تجزیہ کریں تو ہمیں مولانا فضل الرحمٰن استعمار کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ دکھائی دیتے ہیں اور اگر ہم مشرق وسطی میں شیعہ سنی بنیادوں پر پنپنے والے ماحول کو سامنے رکھیں اور اس ماحول اور اس منظر نامے کو پاکستان کی طرف ایکسپورٹ کرنے والوں کے ارادے اور ان کے آقاؤں کی منصوبہ بندی کا جائزہ لیں تو صرف مولانا فضل الرحمٰن ہی نہیں بلکہ بہت سے ایسے اتحاد واتفاق کے علمبردار لوگ اور وطن عزیز کو فرقہ وارانہ بنیادوں پر کشت وخون کے سمندر میں جانے سے بچانے کی جدوجہد کرنے والے جملہ علماء کرام کی زندگیاں شدید ترین خطرے میں نظر آتی ہیں۔ اس لیے مولانا فضل الرحمٰن پر ہونے والے حملے کو معمول کی ایک واردات سمجھ کر ٹال دینا انتہائی ناانصافی اور ناعاقبت اندیشی کے سوا اور کچھ نہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ جہاں عوام الناس اور خاص طور پر مذہبی طبقے کو اس صورتحال کا ادراک ہونا چاہیے اور امت کے بدلتے ہوئے حالات کو پیش نظر رکھنا ہوگا وہیں مستقبل کے چیلنجز اور دشمن کی منصوبہ بندیوں سے بھی باخبر رہنا ہوگا۔ سب سے اہم اور سب سے زیادہ بھاری ذمہ داریاں حکومت وقت پر عائد ہوتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حکمرانوں کا رویہ غیر ذمہ دارانہ اور جانبدارانہ ہے۔ کتنے علماء شہید ہوتے ہیں لیکن حکمران ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ایک حادثے کے بعد دوسرا حادثہ ہو جاتا ہے لیکن قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ہاں حفظِ ماتقدم یا منصوبہ بندی نام کی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ آپ برطانیہ کی مثال لے لیں وہاں سیون سیون کا حادثہ ہوا اور اس کے بعد کوئی دوسرا سیون سیون وقوع پذیر نہیں ہوا، امریکا میں نائن الیون کے بعد سے لے کر آج تک راوی ہر طرف چین ہی چین لکھتا ہے اور تو اور انڈیا میں برسوں پہلے کسی

ایک آدھ حملے کا واقعہ ہوا اور اس واقعے کی آڑ میں انڈیا نے سچی جھوٹی کہانیاں تراش کر آج تک پاکستان کی ناک میں دَم کر رکھا ہے جبکہ پاکستان میں آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن پر ہونے والا حملہ ایک ٹیسٹ کیس کی حیثیت رکھتا ہے۔ پہلے حملے کے بعد دوسرے حملے کا ہو جانا اور دونوں حملوں میں مولانا کا کراماتی طور پر بچ نکلنا محض اللہ رب العزت کا فضل وکرم ہے لیکن یاد رہے کہ مولانا کو اپنے راستے کی رکاوٹ سمجھنے والے کبھی چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اس لیے خود مولانا اور ان کی جماعت کو بھی فکر مند ہونا پڑے گا اور خاص طور پر حکمرانوں کو بہر حال پیش بندی کرنا ہوگی کیونکہ صرف مولانا ہی نہیں بلکہ اس ملک کے تمام معتدل مزاج، پرامن، محب وطن، باصلاحیت اور عوامی اثر ورسوخ رکھنے والے علماء کرام دشمن کا ہدف ہیں حکمرانوں کو اپنی غیر ذمہ داری، جانبداری، بے حسی اور غفلت والی روش ترک کر کے اس صورتحال کو کنٹرول کرنا ہوگا ورنہ ؎

لمحوں نے خطا کی تو صدیوں نے سزا پائی

☆......☆......☆

دینی مدارس - پُر امن ادارے

۵ مئی کو کنونشن سینٹر میں پانچ ہزار افراد کی موجودگی میں سابق وزیر اعظم جناب چوہدری شجاعت حسین نے کہا:

''جب میں وزیر داخلہ تھا، میں نے ۲۰ ہزار مدارس کا سروے کروایا، خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے مکمل معلومات حاصل کیں، مگر ان ۲۰ ہزار مدارس میں سے کسی بھی مدرسہ سے نہ تو کوئی ایک پسٹل تک برآمد ہوا اور نہ ہی کوئی ایسی رپورٹ ملی کہ کوئی مدرسہ کسی قسم کی تخریب یا دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہو۔ میں پورے یقین سے کہتا ہوں مدارس کے خلاف چلائی جانے والی مہم محض تعصب کی بنیاد پر ہے۔ مدارس انتہائی پر امن طریقے سے اور مثبت انداز میں اپنا کام کر رہے ہیں۔ یہ مدارس دنیا کی سب سے بڑی این جی اوز ہیں، مدارس کے نظام کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔''

انہوں نے اسٹیج پر بیٹھے آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل حمید گل کی طرف دیکھا: ''کیوں جنرل صاحب جو کچھ میں نے کہا ہے درست ہے نا''؟ جنرل صاحب نے تصدیق میں سر ہلایا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک سابق وزیر داخلہ، سابق وزیر اعظم اور آئی ایس آئی کا سابق سربراہ ہزاروں کے مجمعے کے سامنے وضاحت سے یہ کہتے ہیں کہ 'پاکستان میں پوری کوشش کے باوجود بھی کسی مدرسہ سے ایک پسٹل تک برآمد نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی مدرسہ کسی منفی سرگرمی میں ملوث پایا گیا ہے'' تو پھر آخر کیا وجہ ہے کہ مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے؟ مغرب اگر مدارس کے خلاف بات کرتا ہے تو اس کا ایسا کرنا سمجھ میں آتا ہے، بے دین اور شیطانی قوتوں کے عزائم کو ناکام بنایا جاتا رہے گا۔ مغرب کو معلوم ہے مدرسہ وہ جگہ ہے جہاں نہ بکنے والے اور نہ جھکنے والے افراد تیار ہوتے ہیں۔ مگر حیرت اس وقت ہوتی ہے جب ''اپنے'' بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے مدرسہ اور علماء کے خلاف بلا وجہ کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات مغرب وہ کچھ نہیں کہتا جو ''اپنوں'' کی زبان سے سننے کو ملتا ہے۔